

کیا... اور میں اس سوچ بچار میں ایک عجیب بات سامنے آئی... جب کبھی میں چپسی کے
باہم میں سوچتا میری بے چینی اور اکلا باکم ہونے لگتا۔ ہماری رفاقت بہت بھا
مختلف تھی ان رفاقتوں سے جو اس دورانِ طبوor میں آئیں... اور مجھے پہلی مرتبہ اتنے
برسوں بعد اپنے روئیے پر افسوس ہونے لگا۔ میں نے اُس کے ساتھ بہت بُرا بتاؤ
کیا تھا... وقت اور فاصلے نے مجھے جپی کی ایک ایسی شکل دکھلائی جو اس سے پہلے
بہت مدهم تھی... مجھے اب اتنے برسوں بعد جپسی اچھی لگی اور مجھے معلوم ہوا کہ میں
بھی جذباتی طور پر اتنا ہی دابتہ تھا۔ میں تو خود ایک خالہ بدروش تھا... مجھے چاہئے تھا
کہ میں اسے پہچان لیتا اور میں نہ پہچان سکا بلکہ کوشش کی اُسے دور کرنے کی دو رکھنے
کی... میں نے کیا حماقت کی۔

تو ان خطوؤں میں ایک خط جپسی کا تھا۔

ٹاپ کیا ہوا ایک دیسا ہی خط جسیا کہ وہ انگلستان میں لکھا کرتی تھی... تم
سلما نکا آجا وہ کرسم... جپسی نے لکھا تھا کہ وہ اپنے خاوند سے الگ ہو جائی
ہے اور اب اپنے باپ کے ساتھ کاروبار میں شریک ہے۔ اس نے میرے باہم
میں درجنوں سوال پوچھے تھے، تم کب طاپ گئے؟ دباؤ کیا کرو ہے ہو؟ کیا اب مجھی
اندر میرے میں مسکرا نے سے تمہارے دانت چکتے ہیں کیا یہ ممکن ہے کہ میں تمہیں
مل سکوں؟ کیا میں چند روز کے لئے پاکستان آسکتی ہوں؟... اور کیا میں دباؤ رہ
سکتی ہوں...؟

کراچی سے آنے والا فرگر فرینڈ شپ طیارہ ایک سستے کھلونے کی طرح جھولتا ہوا
رن وے پر رفتار کم رہا تھا۔

میں اپنے بہترین سوت میں ملبوس ریلیگ کے ساتھ کھڑا اُس پر نظریں جھائیں
کھڑا تھا جیسے میری آنکھیں اُسے آہستہ کر رہی ہیں درستہ تو پھر پرواز کر جاتا... اس
میں جپسی تھی۔ آنے سے پیشتر دو چار طویل خط... پاکستان کے بارے میں معلومات۔
لباس۔ موسم۔ دو ایساں۔ بہن بھا بیرون کے نام اور چند اور دو لفظ... کیا واقعی اس میں
جسپی ہے؟... پچھلے چند روز میں میرے لئے دنیا کی اہم ترین خبر تھی کہ وہ آرہی ہے۔
میں پڑانے والے کو زندہ کر کے اُن میں سانش لیتا رہتا۔ جھیل مٹھن۔ الپائن جھونپڑے
میں رات اور پھر بدن کی دیران گلیاں اور ہم... میں ایک نیچے پر پسخ پکا تھا مجھے
جسپی کی شدید ضرورت تھی اُس لئے جب اُس نے مجھے پہچانا تھا اُس سے کہیں زیادہ
اور میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ واپس منیں جائے گی۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ اسی
خواہش کے تحت یہاں آرہی ہے... وہ لمحہ کیسا ہو گا جب میں اُسے بتاؤں گا کہ
اب صورت حال مختلف ہو چکی ہے... اور وہ یہاں رہے گی۔ دراصل جسپی میرے
لئے آزادی تھی... اس روشنی سے جو مجھے آئیوی کے پتوں کی طرح چھٹ گئی تھی

اور میرے بدن میں سوراخ کر کے اپنی بڑیں پھیلائچکی تھی۔ اس بے پیشی سے جو ہر دقت میرے دل کو متھی میں بھیختی تھی... بسپی میرے لئے ایک میساکی صورت آ رہی تھی اور میں اُس کا شدت سے منتظر تھا۔

بھاڑکا... مسافر باہر آنے لگے... ان میں جسپی بھی تھی۔

زندگی کماں کماں پھیلی ہوئی ہے۔ اس کی ہنسی بیان ہے تو آئنہ کئی ہزار میل در کسی اور شہر میں کسی اور وقت میں.... اتنی بڑی دنیا میں دو فراد کیسے اور کماں آن ملتے ہیں... یہ کیا اتفاق ہے... انٹر لاکن کے بعد لا ہو رہا... تب ہم دونوں خانہ بڑھتے دوہیے حد صین لگ رہی تھی۔ اس کا رنگ لا ہو رکی صحیح میں ویسا ہی تھا۔ اُس اپامن بھجن پڑے کے آتش دان کے سامنے بیٹھے ہوئے تماثل سے دیکھتا ہوا.... اس نے مجھے دور سے دیکھ لیا اور میکرا نے لگی... وہ بہت نفیں لباس میں تھی اور جس طرح وہ اپنے دجد کو سنبھالتی ہوئی جیلی آ رہی تھی... مجھے گھاس یاد آتی تھی جو ہمارے جموں سے دلی تھی... وہ قریب پڑی اور رینگ پر رکے ہوئے میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ اس کی کلا شیوں میں سونے کی مرصع چوریاں تھیں اور انگلکیوں میں تیریں سے بڑی ہوئی الگو بھیانیں...
”تم کیسے ہو؟“

”میں بھیک ہوں...“ یہ الفاظ بمشکل ادا ہوئے کیونکہ میرا گلارڈ نہ صدر ہاتھا اور میرا جی چاہتا تھا کہ ہم دونوں وہیں بیٹھ جائیں اور میں اسے بتاؤں کہ زندگی نے میرے سامنہ کیا کیا ہے اور اس نے اچھا کیا جو میرے لئے آگئی...“

”میں کشم سے خار غ ہو جاؤں؟“

”ہاں“ میں چونک گیا۔

قریباً دس منٹ کے بعد وہ ہال میں آگئی... میں آگے بڑھا تو اس نے

مجھے دونوں کندھوں سے تھام کر میرے رخسار پر ایک واجبی سا بوسہ دیا جیسے سر اپاں
ملکت ایک دنسرے سے ملتے وقت دیتے ہیں... اس کے بدن سے دیوانگی قریب
لانے والی خوشبر نمیں آ رہی تھیں۔ میں نے اُس کا بیگ اٹھایا اور آگے چلنے لگا۔
”سنو... یہاں کوئی پارک لگنگری ہو ٹل ہے دی ماں پر... دہاں میرا کمرہ بُک ہے
ہم دہاں جائیں گے...“ اس نے تھکا دٹ بھرے لجے میں کہا ”میں نے نہ اپنے کہے کہ
وہ بہت اچھا نہیں ہے“

میرا خیال تھا کہ وہ میرے ساتھ گھر چلے گی اور ہم بیٹھک میں سے بڑی میز
نکال کر اسے دہاں سلاادیں گے.... اور وہ ہمارے پاس رہے گی بھر حال یہ بعد میں
دیکھا جائے گا۔ ہم چلتے ہوئے پارکنگ ایرپا میں آگئے جہاں میرا نیا دیپا سکوٹر کھڑا تھا۔
”کیا تم سکوٹر پر بیٹھ سکتی ہو؟“ میں نے پوچھا... اور لکھنے روز سے میں اس لئے
کا منتظر تھا۔

جیسی لاہور میں میرے سکوٹر کی پہلی نشست پر...
”اس پر ہو وہ مکرائی“ نہیں... کیا واقعی؟ اسے یقین نہیں آ رہا تھا مجھے زکام
لگ جائے گا... ٹھہر دیں کسی شیکھی کو دیکھتی ہوں...“
”ایک منٹ“ میں نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا ”یہاں تم میری محمان
ہو... یہ ہندو بستی میں خود کروں گا؟“

میں سکوٹر پر سوار جا رہا تھا اور اس شیکھی کو پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا جس میں
جیسی سوار تھی۔ میرے دل کو کچھ ہوا۔ کتنا مزہ آتا اگر وہ میرے ساتھ سکوٹر پر بیٹھ جاتی۔
پارک لگنگری ہو ٹل ان دونوں سامنے رد کے کھڑا تھا اور اس نے سامنے اس لئے
روکا ہوا تھا کہ اگر وہ سامنے لیتا تو فراؤ ہے جاتا... یہ اتنا قدیم ہو چکا تھا، اس کے
باوجود یہ شہر کے بہترین ہو ٹلوں میں سے تھا۔

”تم مجھے کچھ وقت آرام کے لئے دو“ وہ کہنے لگی ”کیا تم دو گھنٹے بعد آ سکتے ہو؟“

”ہاں کیوں نہیں“

”بہت بہت شکریہ“

میں نے وہ دو گھنٹے باغ بناج میں گزارے۔ فروری کی دھوپ میں گزارے۔

میں واپس ہو مل گیا تو ایک بھڑکتے ہوئے اُستش دان کے قریب کرسی پر بیٹھی تھی۔

”یہ کہے بہت بڑے ہیں اور گرم نہیں ہوتے“

”وہ اپامن جھونپڑا کتنا گرم ہو گیا تھا جب باہر بارش ہو رہی تھی۔“

”ہاں بالکل“ اس نے سر ہلاایا ”کیا پروگرام ہے؟“

”ہم گھر جائیں گے“

”ادہ ہاں ... میں تمہارے لئے اور تمہارے بہن بھائیوں کے لئے چند چیزوں لائی ہوں ...“ اس نے بیگ کھول کر چند قیمتی تھانف نکالے اور میر پر کو دیئے۔ میرے لئے کہنے کا تازہ ترین مودوی کیمروں تھا ...

ہم گھر گئے ... اور وہ ہمہ وقت ادھراً دھر دیکھ رہی تھی ... ایک مختصر صحن اور آگے پیچے چار کمرے ... وہ میری اُتی کو روشنیاں پکاتے دیکھتی رہی ... میری بھائیں جانشی تھیں کہ وہ کون ہے ... اس سے پیشتر کہ میں کچھ کہہ سکتا ہو اپنے اپنے بر قتے اور کہ کسے اندر کلی لے جا چکی تھیں۔

میری اُتی میری طرف دیکھ رہی تھیں۔

شام کو ہم مال پر آگئے۔

”میں آرام کرنا چاہتی ہوں ...“ تم مجھے ہو مل چھوڑ آؤ۔“

اس کے کمرے میں آگ جلن رہی تھی۔ ایک دیٹر بار بار دستک کرتا تھا اور

”کوئی سر دس س؟ پونچ کر حلپا جاتا تھا ...“ وہ اصل وہ مجھ پر نگاہ رکھ رہا تھا۔

پوچھ کر چلا جاتا تھا... دراصل وہ مجھ پر لگاہ رکھ رہا تھا۔

”تم یہاں بیٹھو میں ذرا کپڑے تبدیل کروں“ وہ ڈرینگ روم میں چل گئی۔
پاک لگنٹری کے اس کمرے کی چھت کا پلٹسٹ اکھڑ رہا تھا۔ دیواریں بہت بلند تھیں
لیکن اس میں ایک گئے وقتوں کا وقار تھا جو اس کی وسعت میں کم تھا۔

وہ ایک نہایت نفیس اور منگنے گاؤں میں لپٹی ڈرینگ روم سے باہر آئی۔ ہاں وہی
تھی جو کسی بھی لباس میں ڈھنک نہیں سکتی تھی اور اب بھی یہی حال تھا...“

”ولیکم ٹرپاکستان“ میں آٹھ کراس کے قریب گیا۔

”منہیں... وہ کتنے لگی“ بہت کچھ بدلت چکا ہے۔

”کیا؟“

”بہت کچھ“ وہ مسکراتی اور میرے مانثے کو چوم کر بستر پر پیٹھ گئی۔ ”تم کیسے ہو؟“
میں نے ایک طریل کھانی شروع کر دی۔ اپنی محرومیوں کی تہنا بیوں کی اور اس
جنبے کی جو اس کے لئے میرے اندر چاہا تھا... وہ سُنتی رہی۔

”میں تھنک چکی ہوں۔ تم کل آنا۔“

میں پاک لگنٹری سے باہر آیا تو بے حد کمزور اور شکست خودہ محسوس کر رہا
تھا... ہم دوختفت انسان تھے... وہ کوئی ادھر تھی... وہ جسپی ہونے کی اداکاری
کر رہی تھی درست نہیں تھی... اس نے بعد میں بتایا کہ اس کی کلامیوں میں جو سونے
کی چڑیاں کھنکتی تھیں وہ ایرانی وزیراعظم کی پیش کردہ تھیں اور انگوٹھیاں مشترق دستی کے
کسی شہزادے نے تھنے میں دی تھیں۔ وہ اب اپنے باپ کے کاروبار میں برابر کی شرکی
تھی اور اس سلسلے میں دنیا کے مختلف ملکوں میں آتی جاتی رہتی تھی۔ اس کی شباہت اب
بھی بیسیوں ایسی تھی مگر شست و برخواست کے انداز نہیں شاہزاد تھے۔

”تم اتنے بوسیدہ اور تنگ گھر میں کس طرح سانش لیتے ہو؟“

”اس ملک میں اتنی دھول ہے کہ میرے پچھرے متاثر ہو جائیں گے“
وہ ہر دقت گھٹری کی طرف دیکھتی رہتی۔ اس کی آنکھوں میں لگے ہونے کا نیکٹ
لینز میں بھی شامد وقت بتانے کی کوئی اکر نسب تھا۔۔۔

میں نے متعدد بار لاکھ گزیدنے کی جستجو کی کہ شائد اس کے یونچے کوئی چنگاری
ہو لیکن وہاں کچھ نہ تھا۔۔۔ کبھی کبھی مجھے شک ہوتا کہ وہ مجھ سے انتقام لے رہی
ہے لیکن اس کے پاس تو اتنا وقت ہی نہ تھا۔۔۔

پہلی شب کے بعد میں صرف ایک گانڈ مختاجلا ہور میں اس کا رفیق تھا۔
میں بہت بجھ گیا۔ یہ کیا ہوا۔۔۔ میں تمہا کا منتظر تھا اور یہ کوئی اور آگیا۔
میری خراہش تھی کہ وہ لا ہور سے جلد از جلد چلی جائے۔۔۔

میں نے ٹیکران میں ایک پارٹی کا اہتمام کیا اور تمام دوستوں کو مدح کیا۔۔۔ سب
نے میری طرف رشک کی نظروں سے دیکھا۔ وہ بہت شاندار اور باوقار لگ رہی تھی۔۔۔
”کیا تمہارے ملک میں سب لوگ ہر موڑ ہیں؟ ہر جگہ مرد نظر آتے ہیں۔۔۔ کیا تم
لوگ نارمل نہیں ہو۔۔۔ میں جانتی ہوں کہ تم نارمل ہو۔۔۔“

میں نے اُسے ایک قیمتی سارٹھی تھنے میں دی۔۔۔ اسے باندھنے کے لئے ایک
پچھی کی خدمات حاصل کی گئی۔۔۔ بعد میں پچھی جان کہتے لگیں ”یہ فورٹی بے شرم ہے۔۔۔
میں نے پوچھا ”کیوں کیا ہوا؟“ کہنے لگیں ”بس کچھ نہ پوچھو۔۔۔ میرے سامنے ہی کپڑے
آتار دیتے ہے۔۔۔“

اب میں پچھی جان کو کیسے بتاتا کہ وہ ان معاملات میں ہمیشہ بے اعتباً طریقی ہے۔۔۔

دیڑنے دستک دی اور جھکا ہوا اندر آگیا۔ اُس نے کچھ لکڑیاں گود میں اٹھا رکھی تھیں۔ اس نے بچک کر انہیں آتش دان کے قریب رکھا اور ترچھی نظر سے جپسی کو دیکھ کر باہر چلا گیا۔ وہ حسبِ محول بستر میں بیٹھی تھی کیونکہ اُسے اس پڑانے ہو ٹل میں سردی محسوس ہوتی تھی.... باہر فزری کی بارش تھی جو سردی کو دوچند کرتی تھی میں نے آتش دان میں لکڑیاں جما نہیں اور ان کے نیچے کاغذ رکھ کر جلا دیا۔ تھوڑی دیر میں اچھا خاصا الادروشن ہو چکا تھا۔

”بکیا تم مجھ سے ناراض ہو؟“ جپسی نے سراٹھا کر کیا۔
”منہیں“ میں نے سر بلایا۔ میں ناراض تو نہیں لیکن میں کچھ بجھ منہیں سکا۔ میرا

خیال تھا کہ.... بس میرا کچھ اور خیال تھا...“
”میرا بھی کچھ اور خیال تھا... تم کی سمجھتے ہو کر میں یہاں پہنک مناٹے کے لئے آئی تھی۔ دنیا میں اس سے بہتر جگہیں ہیں جہاں میں جا سکتی تھی...“

”میں بے حد شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے خدمت کا موقع دیا...“
”بے دوقوت مت ہزو... میں تمارے لئے آئی تھی... لیکن میں یہاں اگر کا یوں ہوئی ہوں۔ تمہیں مل کر ما یوس ہوئی ہوں... کیا تم اسی قسم کی زندگی گذارتے رہئے

کے لئے پیدا ہوئے تھے۔ تم ایک سُست کیرس کی طرح زندگی بسرا کر رہے ہو اور میں
یہاں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتی۔“

”مٹھیک ہے لیکن تمہارا دیہ اتنا سرد تھا...؟“

”اس سلئے کہ یہاں آگر میرا دلت خدا ٹھہر ہوا... تم اس گاؤڈ فارسیکن ملک میں پڑتے
نہیں کیا کر رہے ہو؟“

”اس ملک میں وہ گھر ہے جس کے فرش صاف کرنے اور ہر قن دھونے کی تیزی
تمنا بھتی...“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا ”اوہ کیمیل شاپ پا دیں؟“

”بچپن میں انسان کیا کچھ نہیں کرتا اور کہتا... میں بہت کم عمر تھی اور تم اتنے
زبردست لگتے تھے کہ تم سے بچنا بہت مشکل تھا... اور تم طاقتور بھی تو تھے...
بہت!...“ تم اگر سو میٹر لینڈ آجائو تو میں تمیں اپنی آرگنائزیشن میں ایک بادقار بکری
دے سکتی ہوں...؟“

”اگر مجھے زندگی میں صرف ایک ذکری درکار ہوتی تو میں انگلستان سے واپس
کیوں آتا؟“

”نہیں نہیں تم غلط سمجھ رہے ہو...“ اس نے سگرٹ جلا کر ایک طوبیل کش لیا اس
کے دھویں کو اپنے اندر پھیلاتے ہوئے وہ سکھی ہو گئی ”تم مذل کلاس ہو، تمہارے
گمان میں بھی نہیں آسکتا کہ ایک بادقار بکری کیا ہوتی ہے...“ تم کو شامرا نگینہ
کی فیکٹریوں یا چھوٹے موٹے دفتروں میں کہیں کوئی نہ کری تو مل سکتی تھی کیونکہ
تمہارے پاس کوئی کوالی نیکشن تو ہے نہیں... لیکن اس قسم کا جا ب میں آہنگ رکھتی
ہوں... اور ہاں میں وعدہ نہیں کر سکتی...“ تم وہاں آجاؤ تو پھر ہم دیکھیں گے...
وہ جیسی ان برسوں میں جو ہمارے درمیان بیٹتے کہیں راستے میں بٹک ہاڑ کر شاہزاد

دھول بن چکی تھی اور وہ اب نہیں تھی اور میں عجت انتظار میں بیٹھا... میرا نوئیہ اس کے ساتھ شدید تلغ ہونا چاہیے تھا کیونکہ میرا پورا موجود گڑوا ہو چکا تھا لیکن وہ جیسی بھی تھی صرف میرے لئے پاکستان آئی تھی۔ میری مہمان تھی... اس لئے میں اندر سے ڈلت کے سیاہ پانیوں میں ڈوب رہا اور باہر سے مسکرا آ رہا... میرا جی تو یہی چاہتا تھا کہ اس کے سر پر کھڑے ہو کر خوب پیچ چین کر اسے بُرا بھلا کھوں اور اس بستر سے گھسیٹ کر لے ہوں تکال دوں۔ یہ تم نے کیا تماشہ بنارکھا ہے... مجھے اس کے بدلتے کافوس تو تھا لیکن اس کے ساتھ وہ اتنی سرد تھی کہ اُس کی موجودگی میں میں بے آرام اور ٹھپٹھپتا ہوا محسوس کرتا تھا۔

”تو کیا تم اُس وقت غلط تھیں جب تم نے کہا تھا کہ تم نے مجھے پہچان لیا ہے اور اب پہیش کے لئے...؟“

”نہیں نہیں تم پھر نہیں سمجھ رہے...“ اس نے ایک اور سگرٹ سلگایا تم دیں ہوا نہ لراکن میں... جھیل سخن کے کمارے... اور اس وقت جو میں نے کہا اور جو تم نے محوس کیا وہ پسچھا... اس لمحے کا پسخ تو وہی تھا... جب تمہارا کسم کار ڈائیا تھا میں بے حد خوش ہوتی۔ تم نے میرے خطوں میں دیکھا ہو گا کہ میں کتنی خوش تھی کیونکہ کار دباری جنگل میں میں اتنی ڈر تک چلی گئی تھی کہ میرے سہری دن مجھے یاد ہی نہیں رہتے۔ اور میں دبارہ اُمنی دلنوک میں پیچنے گئی اور میری شدید خواہش تھی تم سے ملاقات کی اور تھیں جانو میں تم سے مل کر بہت خوش ہوتی ہوں... لیکن تمہیں دیکھ کر مجھے کچھ بھی نہیں ہوا۔ ایس پورٹ پر تمہیں دیکھ کر میں نے کچھ محوس نہیں کیا اور اُسی لمحے احساس ہو گیا تھا کہ مجھے نہیں آنا چاہیے تھا۔ اور پھر یہاں تمہارے فہرمن چند روز تھمہ کر اور تمہارے گھر کو دیکھ کر...، میں بہت مختلف زندگی گذارتی ہوں... تمہارا خیال تھا کہ میں اب بھی تم سے مجبت کرتی ہوں؟“

۲۱۵

”تمہارے خطلوں سے تو میں نظر ہوتا تھا...“
 ”اور تم... تم نے تو میرے بارے میں کبھی شدت سے محسوس نہیں کیا... مجھے
 معلوم ہے... تم اتنے مایوس کیوں ہوئے ہو...؟“

”یہ صرف تم نہیں ہو جسپی“ میں اٹھ کر آتش دان کے قریب کھڑا ہو گیا ”یہ میں
 خود ہوں۔ اپنی تمامت مصیتوں اور ناخوشیوں کا ذمہ دار...“ میں بہت جلد متاثر ہو
 جاتا ہوں۔ حسن سے خلوص سے... اور بے پرواہی سے... میں اپنے والد کے کتنے
 پرواضپس تو آگیا ہوں لیکن میں میاں بے حد اکیلا محسوس کرتا ہوں اور اپنے آپ کو
 خوش رکھنے کے لئے میں ضرورت سے زیادہ شوخ اور چلبلا ہو جاتا ہوں اور پھر
 اُسی شدت سے یہچے ادا میوں میں چلا جاتا ہوں۔ مجھ میں میاں روی میں ہے اور
 یہ عادت مجھے نقصان پہنچاتی ہے...“

”تم زیادہ پرکشیدیکل مجھی نہیں ہو...“ وہ سر اٹھا کر بولی۔

”ہاں... لیکن ہوا یہ کہ میں نے تمہاری آمد کو ایک ایسی مرہم سمجھ لیا جو میرے
 جلے ہوئے بدن کو سکھ دے گی...“

”آئی ایم سوری.. کیا میری آمد نے تمہیں ذکر دیا...؟“

”پستہ نہیں... میں ابھی کچھ نہیں کہ سکتا۔ جب تم جاؤ گی تو مجھے معلوم ہو گا کہ میرے
 سامنہ دراصل کیا ہوا ہے... ہو سکتا ہے کچھ بھی نہ ہوا ہو۔“

”اس کا مطلب ہے کہ تمہیں کل ساٹھ سے دس بنجے علم ہو جائے گا...“ وہ ہنڑوں
 کو ایک خاص انداز میں سیکھ کر کئے لگی ”دس بنجے میری فلاشت ہے“
 ”شاہد...“

”تم نے مجھ سے میری شادی شدہ زندگی کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا...“

”تم اگر بتانا چاہتی ہو تو میں شُن لول گا“

”اب تمیں اتنا غیر درستا نہ رو یہ بھی منیں اپنا ناچا ہیئے ...“
 ”سوری ... پلیز مجھے بتاؤ کہ تمہاری شادی کی چنانیں پر پاش ہوئی ...“
 ”دہاں کوئی چنانیں یا طوفان وغیرہ نہ تھا...“ وہ ہنسنی ”تمیں معلوم ہے کہ میں نے اس اطلاعی سے شادی منیں کی تھی جس کے بارے میں میں نے تمیں لکھا تھا؟“
 ”منیں ... کیوں؟“

”ایسا کوئی اطلاعی نہ تھا... میں نے تو تمیں بھروسہ دلانے کے لئے وہ مب کیا تھا... اور تم نے مجھے شادی شدہ زندگی کی خشیوں کا تارروڑ کر دیا... کارڈ بھیج دیا وہ کارڈ میری بہن سیموں نے دیکھ لیا اور اُسے آج تک یقین منیں آیا کہ میں نے ایک مرتبہ چوری پھپٹے شادی منیں کی تھی... بہر حال یہ ایک اور اطا نوی تھا جس کے ساتھ میں نے شادی کی... تمیں پتہ ہے کہ میں سیاہ بالوں پر ہی فریقتہ ہوتی ہوں ... وہ مجھے افریقیہ لے گیا اور دہاں تباک کے ایک فارم پر سات ایکٹ کے ایک گھر میں سجادا یا۔ درجنوں سیاہ فام ملازم اُس گھر کے کونوں کھدروں اور راہاریوں میں کھڑے مجھے دیکھتے اور داشت نکالتے رہتے... وہ صبح اپنے پسندیدہ گھوڑے پر سوار ہو کر فارم میں چلا جاتا اور میں موسیقی یا کتابوں سے دل بھلاتی رہتی۔ رات کو کسی نزدیکی فارم ہاؤس پر اجتماع ہوتا جس میں مرد شراب پی کر اوندو سے ہو جاتے اور عویں جوشی ملازموں کے بارے میں سیکنڈل بناتی رہتیں... میں بہت جلد تنگ آگئی... یہ بھی تم جانتے ہو کہ میں کام کئے بغیر رہ منیں سکتی... ایک لاپرواہ اور ہیکار زندگی میں میرے لئے کشش منیں ہے .. میں علیحدگی ہو گئی...“

”صرف اس لئے کہ وہ تم سے کوئی کام نہیں لیتا تھا؟“

”اس کے علاوہ اُس نے ایک منصوبے کے تحت مجھ سے شادی کی... اس کا خیال تھا کہ میں اُسے کچھ رقم دوں گی تاکہ وہ اپنا کاروبار دیکھ کر سکے.. میں نے انکار

کر دیا۔

”تم اور وہ اتنے الگ تھے کہ تم اپنی جائیداد کا کچھ حصہ اسے نہیں دے سکتی تھیں؟“

”ایسا نہیں ہے... اگر وہ میرے ساتھ خالص ہوتا تو میں اُس کی خواہش پوری کر دیتی لیکن شادی کے فرما بعديں جان گئی کہ اس کا مقصد صرف یہی تھا اور اسی لئے میں نے انکار کر دیا... اور یوں بھی وہ اتنا مرد نہیں تھا“ اس بنے کن اکھیوں سے میری طرف دیکھا۔

”اچھا؟“ میں سر جھنک کر سکرا یا۔

”ہاں خاص طور پر تمہارے آغاز کے بعد...“

”تم نے شادی سے پہلے کچھ آزمائش وغیرہ کر لیتی تھی...“

”کیا ہم یہ موضوع بدل نہیں سکتے؟ وہ آہستہ آہستہ زم پڑتی جا رہی تھی۔ جیسے اس کے چہرے کی ٹکنیں پُر سکون ہو کر ہمارے ہو رہی ہوں، ہو سکتا ہے ہم آخری بار اس طرح ملیں.... کوئی اور بات کرو... یہی کہ تم... کیا تمہارے ذہن میں کوئی ایسی لڑکہ ہے جس کے ساتھ تم شادی کر دے گے؟“

”میرے ذہن میں تو نہیں شاہزادی کے ذہن میں ہو:..“

”مجھے یہ مت بتاؤ کہ تم اپنی مرضی سے شادی نہیں کرو گے؟“

”شادی تو اپنی مرضی سے کروں گا لیکن لڑکی والدین کی مرضی کی ہو گی...“

”اوہ واقعی... وہ کھل اٹھی“ دیکھو اگر تم مجھے اپنی شادی پر مدعا کرو تو ہو سکتا ہے

میں آجائوں... اور میں تمہاری والدین کو بہت قیمتی مشورے دوں گی...“

”اُن میں سے ایک تو یہ ہو گا کہ اس شخص سے جلد از جلد پہچا چھڑا لو گیونکہ میرے حد نکلا اور جذباتی ہے...“

”نہیں نہیں تم میری بے عرقی کر رہے ہو... تمہیں معلوم ہے کہ میں... میں تمہیں

پسند کرتی ہوں ایک انسان کی حیثیت سے.... اس طرح مت کو... میں نے تمہیں جتنا پسند کیا تھا وہ اگر وقت کے ساتھ ساتھ کم ہوتا جائے تو بھی اب تک بہت باقی رکھے گا...؟

یونچے پارک لگنڈری کے بلند پورپور میں کوئی تانگہ آیا اور پھر شامہ اندر گئے ہوئے مسافر کے انتظار میں دہلی کھڑا ہو گیا... گھوڑے کے گلے میں بندھی گھنٹیوں کی آواز مجھ تک پہنچ رہی تھی....

”میں کل صبح تمہیں لینے آتا ہوں گا...؟“ میں اُنھے کھڑا ہوا مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہیں مایوس کیا... خدا حافظ“ اور دروازے کی طرف چل دیا۔

”تمہیں معلوم ہے کہ آج رات بھیل تھن کے کنارے آتش بازی ہو گی؛ اُس کی آواز میری پشت پر تھی۔ میں سنائے میں آگیا۔ یہ اس نے کیا کہا ہے اور کیوں کہا ہے۔ میں نے مڑکر دیکھا تو دہلی پرانی جیسی کھڑی تھی۔ ڈری ہوئی اور سہی ہوئی بھوکھتی تھی کہ میرے بالوں کو ٹھہر مت لگانا.... اور جو میری پہلی جسمانی محبت تھی... وہ آگے آئی اور اپر ٹھیان اٹھا کر میرے رخسار پر ہوتھ رکھ دیئے ”ہم دوست ہیں گے ناں“ ہاں،“ میں نے سر ہلا کیا اور باہر نکل گیا۔

جیسی چلی گئی تو اس کے ساتھ ہی میری وہ موهوم سی امید جسے میں قبول نہیں کرتا تھا کہ وہ امید ہے لیکن وہ تھی... تو وہ امید کہ شام وہ زمانے لوٹ آئے۔ وہ جذبے وقت کی خاموشی میں سے پھر پھوٹ پڑیں جو کم ہو رہے ہیں۔ اور شام بھر وہی لاپرواہ نہذگی ہو... گھری نیندے سمندر والے بھی گھری... یہ اتنی گھری ہوتی ہے اور جھیل جنیسا اکرات کے پچھے پھر دیکھتے ہوئے اور والز کو مپلی مرتبہ کرتے ہوئے اور شاتو دے شیاں کی ادا سی اور لاک لامن میں کشی کا وہ سفر جس میں اس دوسرے کنارے کی خواہش تھی جہاں پہنچا نہیں جاسکتا۔ کہ سمس کیل اول ایک بزر سیرگاہ کے پیچھے منرا در رات کی تاریکی میں یہاں فروکی برف کی مدھم روشنی... تو وہ زمانے اور ان کی امید جیسی کے ساتھ چلی گئی... میں ایک بھر بھری لے کر اٹھ بیٹھا کہ اب وہ جا چکا ہو کہ تھا اور دوبارہ نہیں آئے گا تو جو آنے والا ہے اس کے لئے کچھ تیاری کی جائے۔ اپنے ذہن کو تیار کیا جائے کہ بن اب یہی ہے۔

جیسی گئی تو وہ خبار وہ دھول صاف ہو گئی جو لا ہو رکی ہر شے پر بھی تھی اور میں ایک مرتبہ پھر اپنے دلن کی مٹی کے قریب ہوا... یہ ایک اور والپی تھی۔ دراصل اگری واپسی... وہ خیال اور سراب ختم ہوئے جن میں کم رہتا تھا۔ اب جو کچھ تھامیں تھا۔

حقیقت میرے سامنے تھی اور بہنہ تھی اور اُسے دیکھ کر پہلے کی طرح اب میں منہ
نمیں پھپاتا تھا۔

چار برس بعد میرے پاؤں کا جزو پھر میری خانہ بدوشی کا سبب بنا۔ یہ ایک
طویل سفر تھا اور اس کے خاتمے پر میں تھک چکا تھا۔ میں ہسپانیہ میں تھا اور ہاں
سے مجھے وطن لوٹنا تھا۔ بارسلونا سے استنبول کے لئے پھوٹے بہماز چلتے تھے اور
آن کا کرایر بھی کچھ زیادہ نہ تھا لیکن مجھے ہر صورت برلن پہنچنا تھا۔۔۔ ایک پاکستانی
دولت نہڈن سے دہاں پہنچ رہا تھا اور ہم دونوں پاکستان تک اکٹھے سفر کر رہے
تھے۔۔۔ جب میں برلن پہنچا تو بالکل شکستہ اور تھکا ہوا تھا۔

برلن کا ٹیشن۔۔۔ میں نے ٹرام پکڑی اور کیپنگ چلا گیا۔۔۔ دہاں میں اتنی جلدی
ہد پہنچ سکا جتنا تیزی سے میں یہ فقرہ لکھ گیا کہ کیپنگ چلا گیا۔۔۔ برلن کی کیپنگ
شہر سے بالکل باہر تھی بلکہ بہت ہی باہر تھی اور اتنی باہر تھی کہ اُسے برلن کی کیپنگ
کہنا زیاد تھا ہو گئی۔ اور یہ جگہ بے حد غیر دوست انداز اور غصتے والی تھی۔۔۔ یہاں سردی
بہت تھی۔ گرمیوں کا آخر تھا اس لئے وصول کم تھی اور زمین یخ نہ تھی۔ اور اس یخ زمین
پر سونے سے میں کچھ بیمار بھی ہو گیا۔ کیپنگ میں کسی قسم کی کوئی سروت نہ تھی۔۔۔
چند پرانے کاروں کھڑے تھے جن میں ایسے خاندان رہتے تھے جو شہر میں مکان
کا کرایہ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔۔۔ دو چار سوئے۔ لمبی لمبی گھاس۔ اگر شہر پہنچنا باہر
تو ہر ڈریڈ گھنٹے کے بعد ایک ممنگی اور سوت روپیں۔۔۔ میرے دولت نے یہاں
اس کیپنگ میں اسی روز پہنچا تھا جس روز میں دہاں خیسہ نسب کر رہا تھا۔۔۔

میں دہاں تھکا ہوا اور گھر کی چاہت کا ما رہوا اس کا انتظار کرتا رہا اور وہ نہ
آیا۔۔۔ زمین کی ٹھنڈک شاہد میرے پیسھے پڑا تو کھنچ کر گئی تھی چنانچہ مجھے بخار کے ساتھ
ایک خشک اور پتھریں کو ہلا دینے والی کھانسی شروع ہو گئی۔۔۔ پار پانچ دن تک

اس نامہ رہا ان کی پینگ میں قیام کے بعد میں نے اپنا خیہہ سمجھا اور بن پر سوار ہو کر
ریلوے سٹیشن پہنچ گیا... میں یہاں سے دینے جانا چاہتا تھا اور وہاں سے ڈائرکٹ
اور ٹینٹ ایکسپریس استنبول تک.... اور ہاں بعد میں جب میں پاکستان پہنچا تو وہ دوست
مجھے ملے آیا اور گفتگو کے دوران صرف اتنا فقرہ کہا کہ ہاں یا مر میں برلن میں آ
سکتا تھا.... دراصل ایک اور دوست مل گیا تھا اور وہ برلن میں زکنہ نہیں چاہتا تھا۔
..... بہر حال میں نے دینے جانے والی گاڑی کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔
مکمل حاصل کیا اور اس کا انتظار کرنے لگا.... یہ کہنا جو شہر ہو گا کہ وہاں ریلوے
سٹیشن پر مجھے یورپی خیال آیا کہ جیسی کوئون کرنا چاہتے ہیں... میں یہ خیال میرے دل میں
تھا۔ وطن سے نکلتے ہوئے یورپ میں گھوستے ہوئے۔ اور جب سے میں برلن میں تھا
وہ بھی وہاں تھی... لیکن میں نے اپنے آپ پر جھر کر کیا... اس گاڑی کا راستہ پر چھپنے
سے فائدہ جہاں جانا شہر ہو... گاڑی آئنے میں ابھی کچھ وقت تھا اور میں رہنے کا
... میں نے فون بُوتھ میں سکر ڈال کر جیسی کامبگھار دیا... کال متعدد آوازوں سے
ہوتی ہوئی اس آواز تک پہنچی جو کبھی میری آواز تھی... میں نے اپنا نام بتایا۔
”تم؟ کیا پچھچ؟“ وہ احتیاط سے بولی لیکن اس کی متربت چھپائے رہ چھپتی تھی۔
”تم یورپ میں ہو یا پاکستان سے کال کر رہے ہو؟ یورپ میں؟ کہاں؟ برلن
میں؟... میں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا واقعی... اور برلن کے سٹیشن پر... میں نہیں
تم کہیں نہیں جا رہے۔ تم نے برلن پہنچتے ہی مجھے فون کیوں نہیں کیا... کیا اب ہم
دوست نہیں ہیں؟ تمہیں مزید پھرنا ہو گا...“ وہ کبھی ہستی تھی اور کبھی اسی حاکیت
سے بات کرتی تھی جو اس کا خاصا تھی...“

”ہیلو“ وہ پورے پندرہ منٹ کے اندر سٹیشن کے باہر کھڑی تھی... میں کچھ فاصلہ
رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے پاکستان میں میرے ساتھ دل کو جلانے والے سلوک کیا تھا

اور میں آج تک نہیں سمجھ سکا تھا کہ کیوں ...

"ہسیلو" وہ پھر بولی اور ہاتھ ملانے کے بعد منایت پڑ گوش انداز میں بلنگیر ہو گئی۔

"تم پہلے سے مرتے ہو گئے ہو" وہ میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگی۔ لیکن پرشان لگتے

ہو... کیا ہوا؟ اور ہو تم تو کچھ بیمار بھی ہو... تھیں آرام کی ضرورت نہیں"

اس نے مجھے ایک شاندار ہوٹل میں بھرا دیا... بقول اُس کے کمپنی کے حساب

میں... میں سارا دن زم بستیریں لوٹا رہتا۔ اذگھتا اور اپنے بدن کو آرام دیتا۔

شام کو بیپی آ جاتی اور مجھے باہرے جاتی... تین چار روز بعد جب میں نے جانے

کا راہہ ظاہر کیا تراس نے مجھے روکا نہیں" زندگی میں بہت کچھ بدلتا رہتا ہے۔

ہمیں نا راض ہو کر ایک دوسرے کو چھوڑنے میں دینا پڑا ہےیے..."

میں ایک مرتبہ پھر وطن واپس آ گیا... دوکان - کتاب میں، اخبار، ٹیکلی ویژن... میں ایک بے حد مصروف اور مالی طور پر بے فائدہ زندگی گزارنے لگا... بہنوں کی

شادیاں، بھائیوں کے لئے نکر مندی اور ماں باپ کی ضرورتوں کا خیال... اس

دوران میری شادی ہو گئی۔ یہ ایک ضرورت تھی... مجھے بیٹھے ملے۔ یہ دنیا کی سب

سے بڑی خوشی تھی... میں مطمئن تھا بھی اور نہیں بھی... دراصل میں ایک توازن

کی تلاش میں تھا۔ یہوی اور اپنے خاندان کے درمیان... اور میں اسے حاصل نہ

کر سکا۔ سر تر کوشش کے باوجود حاصل نہ کر سکا... اور اس بات نے مجھے بدفل کر

دیا۔ میرا خیال تھا کہ میں ایک مثالی خادم اور بیٹا ثابت ہوں گا... لیکن میں اس

کے سو فیصد بر عکس ثابت ہوں... ذہنی طور پر میں بہت اپ سیدھے رہا۔ شام

تھوڑا اسا ابنارمل بھی رہا... میں نے اس ناخوشی سے کچھ عرضے کے لئے فرار چاہا۔

سبجات چاہی اور ایک مرتبہ پھر اپنا پُرانا خیمه اور ڈک سیک سٹور میں سے نکال کر

اپنے کا نرٹھے پر رکھ لیا... افغانستان کے محکمہ جاؤسی سے بچتا ہوا۔ ایران۔ ترکی

اور شام کی خاک چھانتا لبنان پہنچا اور خانہ جنگلی کی آگ میں سے بمشکل نکل کر سمندر کے
راستے اٹا لیہ جا پہنچا... روم سویٹ روم...
میں ایک مرتبہ پھر سوٹر لینڈ میں تھا...
برف سے ڈھکے ہوئے درہ یہند گو تھار ڈکی چوتی پر تھا...
باہر سخ بستہ ہوا تھی اور میں ڈینٹل کی نئی منی ستاراں کار میں تھا۔ میں کیکا تاہرا
باہر آیا جیکٹ کے تمام بٹن بند کئے۔ کار سے گردن کوڑھا نکلا لیکن ہوا تھی کج مجھے
ننگا کیے دیتی تھی۔ گلیشیر میں سے پھلے پانی کا پلکتا شور تھا۔ سرٹک پر بھی یہی بر فیلا
پانی بہتا تھا... اس بلند درے کے درمی جا سب یونچے کہیں برن کا شہر تھا... میں
نے درہ یہند گو تھار ڈکی چوتی پر واقع ریستوران سے جیسی کو فون کیا۔ کسی بھی بڑے
کار و باری ادارے میں فون پر کسی سے رابطہ کرنا بے حد مشکل ہوتا ہے...
سوٹر لینڈ میں بھی... پنا پنجہ متعدد بار کو شش کرنے کے بعد کسی صاحب نے

پسلے تو بھر من زبان میں میرا امتحان لیا اور پھر بھر من زدہ انگریزی میں مجھے بتایا کہ
مادام سالاد چھٹیاں گزارنے فرانسیسی رو میرا گئی ہوئی ہیں... میں بھوڑا سما یوس
ہوا... میں جیسی کوچکلے سولہ برس سے جانتا تھا اور مجھے اس کی عادت ہو چکی تھی۔
جس طرح لندن کے بائیوں کو سرخ ڈبل ڈیکر میں دیکھنے کی عادت ہو گئی ہے اور
وہ ان کے بغیر ادھورے محسوس کرتے ہیں۔ جیسے آنفل ناوس کے بغیر پرس مکمل نہیں
ہوتا... جیسی کے بغیر بھی سوٹر لینڈ کوئی اور ملک لگتا ہے۔ ماس دفتری کار نہ سے
البتہ مجھ سے یہ دخواست ضرور کی کہ جناب پاکستان سے آئے ہوئے چند خطوط
ہمارے دفتر میں پڑتے ہیں۔ برن پسختے پرانہیں ضرور وصول کر لیجئے گا۔
ڈینٹل کے قبیلے ذوبی کو فن میں ایک شب گزارنے کے بعد میں مقامی ترین کے
ذریعے الگی صبح برن پسخت گیا۔

میں ایک مرتبہ پھر بُرَن کے سیشن پر کھڑا تھا... اسی جگہ جہاں ایک خانہ بُوڈش
اپناؤک سیک اٹھائے کھڑا ہوا تھا اور اس بلاک انتظار کرتا تھا جو اسے انٹر لاؤن میں
ملی تھی۔ اور پھر پہلیں پر وہ آئی تھی... ایک راج ہنس لگتی ہوئی جپسی... میں اُس کے
شہر میں تھا لیکن وہ اپنے شہر میں نہ تھی... میں اس مرتبہ بھی سمندر دل صحراء اُن اور
جنگلوں کی خاک چھانتا شکستہ اور تھکا ہوا آیا تھا... .

سیشن کے قریب ایک سیاستی دفتر تھا۔ میں اندر چلا گیا اور کسی ارزان ہوٹل
کے بازے میں پوچھا۔ اس مرتبہ مجھ میں کیمپنگ کیئے زمین پر سونے کی ہست نہ تھی۔
مجھے ایک پتہ دیا گیا کہ یہ بُرَن کا ارزان ترین ہوٹل ہے... ٹرام نمبر فلاں... اوفلاں
جگہ اُتر جائیے گا۔

جس جگہ ٹرام نے مجھے آتیا وہ اجنبی نہ تھی... کلاک ٹاور کے پہلو میں ایک قدیم
سرک جس پر جھکی ہوئی عمارتیں اور محرابی برآمدے پر چڑھوئیں صدی کے سوتیز لینڈ کی
یادگار تھے... اور یہ جگہ کس کی یادگار تھی؟... یہاں کون آیا تھا اور وہ دونوں کوں
تھے جو آئے اور چند روز قیام کے بعد الگ ہو گئے، اور یوں الگ ہوئے کہ ان کے
درمیان جذبات کے رشتے بھی الگ ہوتے... سولہ برس پیشتر یہاں کون آیا تھا...
”ایک ڈبل رُوم چاہیئے اور باتھ رُوم اٹھیچھا...“ جپسی نے ایک باتھ کا دستاں
اتارتے ہوئے کہا۔

”منیں“ اس نے باقاعدہ بُوں پر ستمیلی جما کر سینی روکی لیکن ہماری بینگنی ہو چکی ہے۔
”میڈم دراصل یہ ہوٹل... ایک پچ تنظیم...“ مجھے بہت افسوس ہے۔
ہاں یہ وہی مقام تھا لیکن شامہ نہ تھا کہ ان زماں کی مکاں کہیں نہ تھی... وہ
ہواں میں تخلیل ہو چکی تھی... یہاں اب بے شمار شور تھا... یا شامہ وہاں نہ تھا
میرے اندر تھا۔ پچھلے سولہ برس کی زندگی کا شور... .